قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْيَا۔“ (الترمذی: ۳۷۷۰)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ

فضائل ومناقب، اصلاح امت میں کردار

مقالہ نگار

مولوی علی حسنین

فاضل جامعہ قادریہ بھکر

شریک کلیۃ الفنون 2022 2023

جامعۃ الحسن ساہیوال

نگران اعلیٰ

حضرت مولانا مُفتی ساجدُ الرَّحیم صاحب دامت برکاتہم

صدر

جامعۃ الحسن ساہیوال

نگران مقالہ

مولانا عبدالماجد عارفی صاحب حفظہ اللہ

مدیر

ماہنامہ دین کی دنیا

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	انتساب	3	19	آپ ﷺ کی محبت کا ایک اور واقعہ	8
2	مقدمہ	4	20	چاندی کا زیور ناپسند فرمانا	8
3	نام ونسب	5	21	اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک	9
4	ولادت	5	22	پیدل حج کرنا	9
5	فضائل ومناقب	5	23	حضرت ابن عباس کا آپ کی عبادت پر رشک کرنا	9
6	عقیقہ	5	24	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حلم وبردباری	9
7	نام حسن رضی اللہ عنہ کی تجویز	5	25	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عبادت	9
8	انمول پھول	5	26	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوت	10
9	گھٹی دینا	5	27	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا تقویٰ	11
10	دوش مبارک پر اٹھانا اور دعائیہ کلمات ارشاد فرمانا	6	28	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ایک اہم خطبہ	11
11	بیعت تبرک	6	29	معاشرتی زندگی	11
12	نام حسن رضی اللہ عنہ کی خصوصیت	6	30	دوسروں کے کام آنا	11
13	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مرتبہ	6	31	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقام، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نظر میں	11
14	حضور ﷺ سے مشابہت	7	32	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں	12
15	نبی ﷺ کا اظہار محبت	7	33	لباس عنایت فرمانا	12
16	شفقت ومحبت کا ایک عجیب واقعہ	7	34	دور فاروقی میں وظیفہ	12
17	تعوذ فرمانا	8	35	حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قرابت داری	12
18	دعائے قنوت کی تعلیم	8	36	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری دینا	12

37	عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمات	13	49	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسئلہ خلافت پر مشورہ	17
38	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقام	13	50	اہل عراق سے خطاب	18
39	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو وصیتیں	14	51	شام کی طرف لشکر کے ساتھ جانا	18
40	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عقیدت	14	52	صحیح بخاری میں صلح کا واقعہ	19
41	خلفاء ثلاثہ کے ہاں مقام ومرتبہ	14	53	اعلان صلح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شرکت	20
42	عہد خلافت	15	54	امر خلافت سونپنا	20
43	مبارک بادی پر طلاق	15	55	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی	20
44	مدت خلافت	15	56	سفر آخرت	20
45	خلافت کے بعد پہلا خطبہ	15	57	وفات	20
46	عبدالرحمٰن بن ملجم کو قتل کرنا	15	58	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تدفین کی اجازت	21
47	وصایا	16	59	محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی آپ رضی اللہ عنہ کے مرقد پہ حاضری	21
48	اصلاح امت میں کردار	17	60	دعائیہ کلمات	21

انتساب

میں اپنی اس پہلی قلمی کاوش کو اپنے تمام محسنین کی طرف منسوب کرتا ہوں، جن میں سر فہرست آقائے دو جہاں امام الرسل، فخر الرسل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، پوری امت جن کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد بندہ ناچیز کے سب سے بڑے محسن و مشفق والدین اور اساتذہ کرام ہیں، ساری زندگی ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دیا جا سکتا، جن کی نیک تمناؤں اور آرزوؤں کے سبب اللہ رب العزت نے اس خدمت کی توفیق دی، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائیں اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھیں ۔

اپنے مخلصین و مربیین تمام اساتذہ کرام خصوصاً مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے نام جن کی محبتوں، شفقتوں، تعلیم و تربیت اور بے لوث جدوجہد نے اس ناکارہ انسان کو کسی قابل بنایا۔

جامعہ قادریہ بھکر جو میرا مادر علمی ہے، اس عظیم ادارے کی آغوش تربیت میں بہت کچھ سیکھنے کو ملا، جامعۃ الحسن ساہیوال کے علمی، تحقیقی اور تصنیفی ماحول سے شوق وذوق پا کر یہ تحریر وجود میں آئی، اس کی نسبت ان دونوں اداروں کی طرف کرنا بھی باعث فخر سمجھتا ہوں، اللہ رب ذوالجلال ان دونوں اداروں کو مزید ترقیاں عطاء فرمائے۔ آمین

اظہار تشکر

میں شکر گزار ہوں جامعۃ الحسن ساہیوال کے تمام اساتذہ کرام بالخصوص حضرت مولانا عبد الماجد عارفی صاحب و مولانا اسامہ طارق صاحب کا جن کی تعلیم و تربیت، نیک تمناؤں اور دعاؤں سے اس قابل ہوا کہ چند سطور تحریر کر سکوں۔

میں تمام اساتذہ کرام کے لیے دعاگو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کو شاد و آباد رکھے اور ہم سب کو اپنے دین کی محنت و خدمت کے لیے قبول فرمائے رکھے۔ آمین۔

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

نبی ﷺ کے خاندان میں سے آپ کے نواسے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقام بہت بلند و بالا ہے، ان کی زندگی و سیرت کو سمیٹ کر چند اوراق پر نقش کرنا ایک معنیٰ رکھتا ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ عابد، سخی، شجاع، حلیم و بردبار، سیاسی بصیرت، نرالی قائدانہ شخصیت کے مالک تھے، یہ سب آپ کو صحبت نبوت علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیمات سے ملا، اس لیے کہ نبی ﷺ کی آغوش محبت نصیب ہوئی، نبوی معارف و کردار کی روشنی سے منور ہونے کا موقع ملا، ان کی سیرت و کردار میں اہل ایمان کے لیے بہت سے اسباق ہیں، جن میں آپ کی عبادت، سخاوت، حلم و بردباری اور بالخصوص اصلاح امت کے لیے آپ کی کاوشوں سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب اور ان کے کردار کو صرف پڑھنے اور نام لینے کی حد تک محدود نہ کیا جائے، بلکہ ان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم لوگ ان جیسی عادات اور ان جیسے اعمال کی کوشش کریں، یہی اصل محبت ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سیرت یہ بتاتی ہے کہ قائد کے اندر مستقبل کی پلاننگ کی کیا اہمیت ہوتی ہے، عالم اسلام کے حکمران، سیاسی پارٹیاں، موجودہ ادارے، اسلامی تحریکات اور بامقصد جماعتوں کو شدید ضرورت ہے کہ اختلافات کو ختم کرنے اور خونریزی سے بچاؤ اور سب کو اکٹھا کرنے سے متعلق آپ رضی اللہ عنہ کے طرز، انداز اور مزاج کو سمجھیں، انہی کی عادات، اخلاقیات اور معاملات کو لے کر ہم شاہراہ زندگی کی طرف گامزن ہوں تو کامیابی ممکن ہے، ان کی اقتداء اور قابلیت کی طرف راہ نمائی کرنے والی ذات جناب نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہے "عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ الْمَهْدِیِّینَ" (سنن ابن ماجہ: 99، رحمانیہ) جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میرے طریقہ کار کو اور میرے ہدایت یافتہ و سیدھی راہ دکھلائے ہوئے خلفاء کے طریقہ کار کو لازم پکڑو۔

میں اس عظیم احسان پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے اور رب ذوالجلال سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور میری نجات کا ذریعہ بنائے، ان تمام لوگوں کو اللہ رب العزت اپنے شایان شان اجر عظیم عطاء فرمائے جنہوں نے اس کام کے مکمل کرنے میں کسی بھی طرح میری مدد کی۔ آمین۔

علی حسنین
شریک کلیۃ الفنون
جامعۃ الحسن ساہیوال

۱۲ شعبان المعظم ۱۴۴۴

الحمد للہ الّذِیْ نوّر قلوب العارفین بنور الایمان وشرح صدور الصحابۃ الصادقین بالتّوحید والایقان وفضّل المجاھدین المظاھرین بالاسلام علی درجۃ الّذین ابلغوا القرآن فی الاقران وصلّی اللہ تعالٰی علٰی خَیرِ الخلقِ الذی لا نبیّ بعدہ محمد وعلٰی اٰلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔اما بعد:

قال النبی صَلی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ: ”الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔“

(جامع ترمذی:2/697،رحمانیہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ (نام ونسب)

نام: حسن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف قریشی ہاشمی۔

کنیت: ابو محمد۔

ولادت: نصف رمضان 3 ہجری۔ (اسد الغابہ:1/516، خلیل)

فضائل ومناقب

عقیقہ: ”عن ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنہُما،قال: عقّ رسول اللہ صَلی اللہُ عَلَیْہِ عن الحسن والحسین“ (المعجم الکبیر:2/165،دار الکتب)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں حضرت حسن وحسین کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کیا تھا۔

نام حسن کی تجویز:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کو مجھے دکھاؤ، اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اس کا نام حرب رکھا ہے، آپ نے فرمایا وہ (حرب نہیں) بلکہ (اس کا نام) حسن ہے۔

(اسد الغابہ:1/516، خلیل)

انمول پھول:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن وحسین یہ دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔ (جامع ترمذی:2/697،رحمانیہ)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور حسین رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ (سیر اعلام النبلاء:4/386،دار الفکر)

گھٹی دینا:

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ”فحنکہ رسول اللہ صَلی اللہُ عَلَیْہِ بریقہ وسماہ حسنا“، یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک لعاب دہن سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گھٹی ڈالی، اور حسن نام رکھا۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ پیار وشفقت کیا کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ:8/27،دار الکتب العلمیہ)

دوش مبارک پر اٹھانا اور دعائیہ کلمات ارشاد فرمانا:

"عن عدی بن الثابت قال سمعت البراء بن عازب قال رأیت النبی صَلی اللّٰہُ عَلَیۡہِ واضع الحسن بن علی علیٰ عاتقہ وھو یقول: اللّٰھم انی احبّہ فاحبّہ" (جامع ترمذی:2/698،رحمانیہ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کے میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اپنے کندھے مبارک پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے اور اس وقت فرمایا: اے اللہ! میں اسے پسند کرتا ہوں آپ بھی اسے پسند فرمایئے۔

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، اس دوران حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما دونوں سرخ قمیص پہنے لڑکھڑاتے ہوئے تشریف لائے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفقت ومحبت کی بناء پر منبر سے نیچے اترے اور ان دونوں حضرات کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا، پھر ارشاد فرمایا: "اِنَّمَا اَمۡوَالُکُمۡ وَاَولَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ" یہ تمہارے اموال اور اولاد آزمائش کا ذریعہ ہیں، میں نے ان دونوں بچوں کو لڑکھڑاتے ہوئے آتے دیکھا تو رحم کی بناء پر مجھ سے صبر نا ہوسکا اور میں نے اپنی بات روک کر ان کو اٹھالیا۔ (مشکوۃ المصابیح :2/578،رحمانیہ)

بیعت تبرک:

"عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان النبی صَلی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ بایع الحسن والحسین وعبد اللّٰہ بن عباس وعبد اللّٰہ بن جعفر وھم صغار لم یبلغو قال ولم یبایع صغیراً الا منّا" (البدایہ والنہایہ:8/166،دار الکتب العلمیہ)

ترجمہ: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عزیزوں! حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وعبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو صغر سنی میں بیعت فرمایا تھا۔

یہ شرف بھی ان حضرات کو حاصل ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بچپن میں بیعت فرمالیا تھا جس کا نتیجہ ان کے اعمال صالحہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

نام حسن رضی اللہ عنہ کی خصوصیت:

ابن سعد نے عمران بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ حسن وحسین دونوں پاکیزہ نام اہل جنت کے اسماء میں سے ہیں، زمانہ جاہلیت میں عربوں نے یہ نام نہیں رکھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ ظاہری خدوخال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسن منتخب کیا اور ساتویں روز عقیقہ کرایا اور سر کے بال کٹوائے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مرتبہ:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اہل کساء میں پانچویں شخصیت ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ص337،ضیاء القرآن)

حضور ﷺ سے مشابہت :

عن انس رضی اللہ عنہ قال: "کان اشبھھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن بن علی رضی اللہ عنھما"

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما تھے۔

(المعجم الکبیر:2/161، دار الکتب العلمیہ)

نبی ﷺ کا اظہار محبت :

(1) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں ایک رات کسی کام سے نبی ﷺ کے پاس گیا تو آپ میرے پاس تشریف لائے، آپ چادر کے اندر کسی چیز کو اٹھائے ہوئے تھے، مجھے معلوم نہ ہوا کہ کیا چیز ہے، جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا کہ آپ نے کیا چیز اٹھا رکھی ہے؟ آپ ﷺ نے چادر کھول دی تو اس میں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما تھے جن کو آپ ﷺ اپنی گود میں لیے ہوئے تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، آپ بھی ان سے محبت رکھیں اور جو ان سے محبت رکھے اس سے بھی آپ محبت رکھیں۔ (جامع ترمذی:2/697، رحمانیہ)

(2) "عن سلمان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول! الحسن والحسین ابنای، من احبھما احبنی، ومن احبنی احبہ اللہ، ومن احبہ اللہ ادخلہ الجنۃ، ومن ابغضھما ابغضنی، ومن ابغضنی ابغضہ اللہ، ومن ابغضہ اللہ ادخلہ النار"۔

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: حسن وحسین رضی اللہ عنہما دونوں میرے بیٹے ہیں، جو شخص ان سے محبت کرتا ہے، وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، جو مجھ سے محبت کرتا ہے، وہ اللہ سے محبت کرتا ہے، جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہے، اللہ رب العزت اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے، وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے، جو مجھ سے بغض رکھتا ہے، وہ اللہ سے بغض رکھتا ہے، جو اللہ سے بغض رکھتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔

(مستدرک حاکم:3/376، قدیمی)

شفقت ومحبت کا ایک عجیب واقعہ :

قبیلہ بنی تمیم کا ایک وفد جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس قبیلے کے رئیس حضرت اقرع بن حابس التمیمی رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔

یہ لوگ جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو شفقت ومحبت سے بوسہ دیا، یہ منظر دیکھ کر حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرے دس بیٹے ہیں اور میں ان میں سے کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیتا۔ تو جناب نبی کریم ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا کہ "جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا تو اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔"

(صحیح البخاری:2/412، رحمانیہ)

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نماز میں سجدہ ریز ہوتے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پشت پر سوار ہو جاتے اور جب آپ ﷺ اپنا سر مبارک اٹھاتے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ہٹا دیتے۔ (مصنف عبد الرزاق:2/34، مکتب اسلامی)

تعوذ فرمانا :

"عن ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنۡھُما قال !کان النبی صَلی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یعوّذ الحسن والحسین یقول: اُعِیذُکُما بکلماتِ اللہ التّامۃ من کل شیطان وّھامّۃ ومن کل عین لّا مّۃ،ثم یقول ھکذا کان یعوّذ ابراھیم ابنیہ اسماعیلَ واسحاقَ."

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لیے تعوذ فرمایا کرتے تھے: میں تم دونوں کو شیطان سے اور تکلیف دینے والے جانور اور بری نظر سے اللہ کے کلمات کے ساتھ پناہ میں دیتا ہوں، پھر فرماتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے بیٹوں اسماعیل واسحاق علیہما السلام کے لیے اسی طرح تعوذ فرمایا کرتے تھے۔

(مستدرک حاکم:3/377،قدیمی)

دعائے قنوت کی تعلیم :

"عن ابی الحوراء رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ قال :قال الحسن بن علی !علمنی رسول اللہ صَلی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کلمات اقولھنّ فی الوتر اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارك لی فیما اعطیت وقنی شرّ ما قضیت فانّك تقضی ولا یقضیٰ علیك وانہ لا یذل من وّالیت تبارکت ربنا وتعالیتَ"

ترجمہ: حضرت ابو الحوراء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ کلمات سکھلائے کہ میں ان کو پڑھا کروں، اے اللہ! مجھے ہدایت نصیب فرما ان لوگوں میں جنہیں آپ نے ہدایت سے سرفراز کیا ہے، مجھے دنیا وآخرت کی مصیبتوں و آفتوں سے بچا ان لوگوں کے ساتھ جنہیں آپ نے بچایا ہے، جن لوگوں کے آپ کارساز ہیں تو میرے بھی کارساز ہوں اور جو کچھ آپ نے عطاء کیا ہے اس میں برکت عطاء فرما، مجھے ان برائیوں سے بچا جو مقدر میں ہوں، آپ ہی کی ذات فیصلہ کرتی ہے اور آپ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور جس کے آپ کے دوست ہوں تو وہ ذلیل نہیں ہوسکتا۔ اے اللہ! آپ کی ذات بابرکت وبلند ہے۔ (ترمذی:1/217،رحمانیہ)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت کا ایک اور واقعہ :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، فرمایا: میں اس شخص (حسن) سے محبت کرتا ہوں، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی ان سے محبت کرتے دیکھا، میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گود میں تھے اور اپنی انگلیاں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی داڑھی مبارک میں داخل کر رہے تھے اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی زبان ان کے منہ میں داخل کر رہے تھے، پھر فرمایا (اَللّٰھُمَّ اِنّی اُحِبُّہُ فَاَحِبَّہُ) اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اس سے محبت فرمائیے۔ (مستدرک حاکم:3/379،قدیمی)

چاندی کا زیور ناپسند فرمانا:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب بھی کہیں سفر پہ جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے، ایک مرتبہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کسی غزوہ سے واپس ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، دیکھا کہ ان کے مکان کے دروازے پر منقش پردہ لٹکا ہوا ہے اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے چاندی کے کنگن پہنے ہوئے ہیں، اس بار نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف نہ لائے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نہ آنے کی

وجہ معلوم ہوگئی، تو فوراً پردے کو پھاڑ دیا اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے کنگن بھی اتروا کر نبی ﷺ کے پاس بھیج دیے، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما روتے ہوئے نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا اے ثوبان! ان زیورات کو فلاں قبیلے والوں کے پاس لے جاؤ۔ یہ میرے اہل وعیال ہیں میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ یہ دنیا کی زندگی میں بہترین لذت والی خوراک کھائیں، زیب وزینت کی چیزیں ناپسند کرتا ہوں، فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے عصب کا ہار اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے عاج کے کنگن خرید کر لاؤ۔

(سنن ابی داؤد:2/227، رحمانیہ) (مشکوۃ المصابیح:2/396، رحمانیہ)

اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک :

"عن جابر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قال رأيت رسول الله صلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في حجته يوم عرفة وهو على ناقته القصواء يخطب فسمعته يقول يا أيها الناس اني تركت فيكم ما ان اخذتم بن لن تضلو كتاب الله وعترتي اهل بيتي"

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو عرفہ کے دن حج کے موقع پر دیکھا اس حال میں کہ آپ قصواء نامی اونٹنی پر سوار تھے، آپ ﷺ فرما رہے تھے، اے لوگو! میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کہ جا رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑو گے تو گمراہ نہیں ہو سکو گے اور وہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور میرے اہل بیت ہیں۔ (ترمذی:2/577، رحمانیہ)

پیدل حج کرنا :

حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدل حج کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ میں اللہ سے ملنے کے لیے جاؤں اس حال میں کہ اس کے گھر تک پیدل نا جا سکوں۔ (البدایہ والنہایہ:8/31، دار الکتب العلمیہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عبادت پر رشک کرنا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اپنی جوانی میں مجھے جس چیز کے نہ کرنے پر ندامت ہے وہ پیدل حج کرنا، حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پچیس پیدل حج کیے ہیں اور اپنا عمدہ مال ساتھ لے کر چلتے تھے، انہوں نے اللہ کی راہ میں تین مرتبہ اپنا مکمل مال تقسیم کیا، یہاں تک کہ اپنے پاس ایک موزہ اور ایک جوتا رکھ لیتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء:4/387، دار الفکر)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حلم وبردباری :

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی تو مروان بھی آپ کے جنازے میں رو رہا تھا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کیوں روتے ہو حالانکہ تم ان کو بار بار غصہ دلایا کرتے تھے، تو مروان نے پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: میں ایسا اس سے بھی زیادہ بردبار شخص کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ (تہذیب الکمال:2/591، دار الکتب العلمیہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عبادت :

حضرت حسن رضی اللہ عنہ صبح کی نماز مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں میں پڑھ کر اسی جگہ بیٹھ کر ذکر اللہ میں مشغول رہتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا تھا، آپ کے پاس سردار قسم کے لوگ بیٹھ کر باتیں کرتے تھے، پھر آپ اٹھتے اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے اور انھیں سلام کرتے بسا اوقات وہ آپ کو تحائف سے نوازتیں پھر آپ گھر واپس لوٹتے۔ (البدایہ والنہایہ:8/30، دار الکتب العلمیہ)

مزید بن حوشب نے اپنے بھائی عوام سے روایت کی ہے کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، ایسا لگتا تھا جیسے جہنم انہی کے لیے بنائی گئی ہو۔ (طبقات ابن سعد:3/200، عمریہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوت :

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک چار دیواری میں حبشی غلام کو دیکھا وہ کھانا کھا رہا ہے اور ساتھ میں کتا بیٹھا ہے اسے بھی کھلا رہا ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ تو اس غلام نے جواب دیا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں خود تو کھانا کھاؤں اور اس کتے کو نہ کھلاؤں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا تجھے اللہ کی قسم جب تک میں آنہ جاؤں کہیں نہیں جانا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ گئے اور اس کے آقا سے اس غلام کو اور ساتھ میں اس احاطے کو بھی خرید لیا جس میں وہ غلام بیٹھا تھا، غلام کو آکر فرمایا میں نے تجھے خرید لیا اور اب سے اس احاطے کے مالک بھی تم ہو اور آزاد ہو۔

(البدایہ والنہایہ:8/31، دار الکتب العلمیہ)

قاسم بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم حج کے لیے پیدل چل رہے تھے، مدینہ میں داخل ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (حسن) سے ملنے کے لیے جائیں اور ان سے سلام کرتے چلیں، ان کے پاس پہنچے اور انھیں اپنے سفر کے بارے میں بتایا، جب ان سے واپس لوٹے تو ہم میں سے ہر ایک کو چار سو درہم بھیج دیے، ہم نے قاصد سے کہا کہ ہم مالدار ہیں اور مال کی کوئی ضرورت نہیں تو قاصد نے کہا کہ آپ ان کے خلوص کو نا لوٹائیں، پھر ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہیں اپنی آسانی اور حالت بیان کی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم میرے اکرام کو واپس نا کرو اگر میرے پاس اس سے زیادہ مال ہوتا تو یہ تمہارے لیے تھوڑا ہوتا۔ (تھذیب الکمال:2/592، دار الکتب العلمیہ)

حضرت علی بن زید رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پندرہ حج پیدل کیے ہیں اور وہ اپنے ساتھ عمدہ مال لے کر چلتے تھے، اللہ کی راہ میں دو مرتبہ مکمل مال خرچ کیا اور تین مرتبہ نصف مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا یہاں تک کہ ایک جوتا اپنے پاس رکھ لیتے اور ایک کسی ضرورت مند کو دے دیتے اور ایک موزہ خود رکھ لیتے، ایک کسی ضرورت مند کو دے دیتے۔ (تھذیب الکمال:2/590، دار الکتب العلمیہ)

حضرت ابو مسھر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی سے سنا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دس ہزار کا سوال کر رہا تھا تو حضرت حسن گئے اور اس کو وہ رقم بھیج دی۔ (تھذیب الکمال:2/590، دار الکتب العلمیہ)

حضرت حارثہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے فرمایا: یہ تمہارے بھائی حسن نے کچھ مال آپ لوگوں میں تقسیم کرنے کے لیے جمع کیا ہوا ہے، پھر لوگ جمع ہو گئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ مال میں نے فقراء کے لیے جمع کیا ہے تو آدھے لوگ کھڑے ہوئے، ان میں سب سے پہلے مال لینے والے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ تھے۔

(تھذیب الکمال:2/591، دار الکتب العلمیہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کس شخص کی زندگی سب سے بہتر ہے؟ فرمایا: جو شخص دوسروں کو اپنی زندگی میں شریک کرے، پھر پوچھا گیا کہ سب سے برا شخص کون سا ہے؟ تو فرمایا: جو اپنی زندگی میں دوسروں کو شریک نہ کرے۔ (تاریخ یعقوبی:2/374، بیروت)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا تقویٰ:

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر نظر نہیں کرتے تھے اس بات کا علم جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ہوا تو انھوں نے اس مسئلے پر ارشاد فرمایا کہ ان حضرات کے لیے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو دیکھنا شرعاً حلال تھا۔ (طبقات ابن سعد:4/279، قدیمی)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ایک اہم خطبہ:

الحرمازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں خطاب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

علم وحوصلہ مندی انسان کو زینت بخشتی ہیں۔

وقار اخلاق حسنہ میں سے ہے۔

جلد بازی کم عقلی کی علامت ہے۔

جہالت اور بردباری نا ہونا ایک کمزوری ہے۔

کمینوں کی صحبت ایک عیب ہے اور فاسقوں سے مل بیٹھنا ایک تہمت ہے۔ (سیر اعلام النبلاء:4/389، دار الفکر)

معاشرتی زندگی

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دیگر خوبیوں کی طرح آپ کی معاشرتی زندگی بھی قابل قدر نمونہ ہے۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی گفتگو سے بہتر میرے نزدیک کسی کی گفتگو نہیں تھی، میں نے ان سے کبھی کوئی غلط بات نہیں سنی سوائے ایک مرتبہ کے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے پاس اس کی ناک خاک آلود کر دینے والی چیزوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں، راوی کہتے ہیں یہ سب سے زیادہ سخت بات تھی جو میں نے ان سے سنی۔ (البدایہ والنہایہ:8/32، دار الکتب العلمیہ)

دوسروں کے کام آنا:

عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی کسی ضرورت کی غرض سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس وقت اعتکاف میں تھے فرمایا: اگر میں حالت اعتکاف میں نہ ہوتا تو ضرور تمہارے ساتھ چلتا، تو وہ آدمی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ضرورت پیش کی تو آپ اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ساتھ چل پڑے، تو اس نے کہا: مَیں اپنی ضرورت میں آپ سے مدد لوں یہ مجھے پسند نا تھا، میں پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر میرا اعتکاف نا ہوتا تو میں تمہارے ساتھ چلتا، اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے کسی بھائی کی ضرورت میں اس کے کام آنا میرے نزدیک ایک مہینہ اعتکاف سے بہتر ہے۔

(تہذیب الکمال:2/591، دار الکتب العلمیہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور فرمانے لگے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہیں تو اس بات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس پڑے۔

(صحیح البخاری:1/663، رحمانیہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لباس عنایت فرمانا:

”عن حماد بن زید عن معمر عن الزهري انّ عمر كسا ابناء الصحابة ولم يكن له في ذٰلك ما يصلح للحسن والحسين فبعث الى اليمن فاتى بكسوة لهما فقال: الآن طابت نفسى“ (سیر اعلام النبلاء:4/406،دار الفکر،بیروت)

”وقد ثبت عمر بن الخطاب كان يكرمهما ويحملهما ويعطيهما كما يعطى أباهما ،وجئ مرةً بحلل من اليمن فقسمها بين ابناء الصحابة ولم يعطهما منها شيئاً،وقال: ليس فيها شئ يصلح لهما ،ثم بعث الى نائب اليمن فاستعمل لهما حلتين تناسبهما“ (البدایہ والنہایہ:8/165،دار الکتب العلمیہ)

مذکورہ بالا عبارتوں کا خلاصہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولادوں میں کپڑے تقسیم فرمارہے تھے اور ان میں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے شایان شان کپڑے نہ تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے والی یمن کو پیغام بھیجا کہ ان حضرات کے لیے خصوصی لباس تیار کر کے بھیجو، جب وہ لباس تیار ہو کے آیا تو حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے اس لباس کو زیب تن کیا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اب میری طبیعت کو خوشی ہوئی ہے۔

دور فاروقی میں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا وظیفہ:

”وفرض لأبناء البدريين ألفين ألفين إلا حسناً وحسيناً فانه ألحقهما بفريضة أبيهما لقرابتهما برسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ففرض لكل واحد منهما خمسة آلاف درهم ،وفرض للعباس بن عبد المطلب خمسة آلاف درهم لقرابته برسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ“

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بدری صحابہ کرام کے بیٹوں کے لیے دو دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان کے والد کی بقدر پانچ پانچ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے، عباس بن عبد المطلب کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے پانچ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا۔ (طبقات ابن سعد:2/158،عمریہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قرابت داری:

”عن ابى البخترى عن ابى صالح ان الحسن والحسين كانا يدخلان على اختهما ام كلثوم وهى تمشط“

ترجمہ: (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، اسی قرابت کی بناء پر) حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر اپنی ہمشیرہ ام کلثوم سے ملنے جایا کرتے تھے، اس حال میں کہ وہ کنگھی کر رہی ہوتی تھیں۔

(رحماء بینھم: ص544، دار الکتاب)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری دینا:

”عن ابى مطر قال سمعت علياً رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ يقول دخلت على عمر بن الخطاب رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ حين طعن وجاءه ابولؤلؤ وهو يبكى فقلت ما يبكيك يا امير المؤمنين ؟قال ابكانى خبر السماء ايذهب بى الى الجنة ام الى النار ؟فقلت له ابشر

بالجنة فانی سمعت رسول الله صَلی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول مالا احصيه سيدا كهول اهل الجنة ابو بكر وعمر وانعما فقال شاهدا انت لی يا علی رَضِیَ اللهُ عَنهُ بالجنة؟قلت نعم!وانت يا حسن فاشهد علی ابيك ان رسول الله قال ان عمر من الجنة۔"

ترجمہ: ابو مطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جب ابو لؤلؤ مجوسی نے آپ پر حملہ کر کے زخمی کر دیا تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رو رہے تھے میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے حق میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ تو مجھے پتہ نہیں ہے کہ جنت جاؤں یا دوزخ؟ اس وجہ سے روتا ہوں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو جنت کی خوشخبری ہو، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مرتبہ فرماتے ہوئے سنا: ادھیڑ عمر کے جنتیوں کے سردار ابو بکر وعمر ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی! کیا آپ اس خوشخبری پر گواہ ہیں؟ میں نے کہا ہاں میں گواہ ہوں اور اپنے بیٹے حسن سے بھی کہا کہ آپ بھی گواہی دیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ (رحماء بینھم: ص 558، دار الکتاب)

عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمات

"فلقيت الحسن بن علی رَضِیَ اللهُ عَنهُما داخلاً عليه ،فرجعنا معه لنسمع ما يقول ،قال :أنا هذا يا امير المومنين !فامرنی بامرك،قال:اجلس يا ابن اخی حتیٰ ياتی الله بامره ،فانه لا حاجة لی فی الدنيا ،او قال :فی القتال۔"

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن رباح رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میری حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، محاصرہ کے دوران وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، ہم لوگ بھی ان حضرات کی گفتگو سننے کے لیے واپس لوٹ آئے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! آپ مجھے حکم دیں میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بھتیجے! تشریف رکھیے یہاں تک کہ اللہ رب العزت اپنے حکم کی تکمیل فرمادیں، مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں، یا مجھے جنگ و جدال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: 11/447، مکتب اسلامی)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ شباب کو پہنچ چکے تھے، حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مشفقانہ طور پر پیش آتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کئی دفعہ اسلامی لشکروں میں جہاد کے لیے شریک ہوئے۔

جس وقت باغی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع کے لیے دروازے پر موجود تھے اور اسی حالت میں وہاں پر زخمی بھی ہوئے تھے۔ (سیر الصحابہ: 1/178، اسلامی کتب خانہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقام

"كان علی يكرم الحسن اكراماً زائداً،ويعظمه و يجله وقد قال له يوماً:يا بنی ألا تخطب حتیٰ اسمعك؟فقال:انی استحيی أن أخطب وانا أراك ،فذهب علی فجلس حيث لا يراه الحسن ثم قام الناس خطيباً وعلی يسمع ،فادّیٰ خطبة بليغة فصيحة فلما انصرف جعل علی يقول :ذرية بعضها من بعض والله سميع عليم"

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بہت زیادہ احترام و اکرام کیا کرتے تھے اور ان کی عظمت شان و شوکت کو پہچانتے تھے، ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ خطبہ ارشاد فرمائیں ہم سننا چاہتے ہیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ابا جان! مجھے حیا آتی ہے کہ میں خطبہ دوں اور آپ میرے سامنے ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے ہٹے اور ایسی جگہ بیٹھے جہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کو نہ دیکھ سکتے تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بہت ہی فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سن رہے تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ ایسی نسل تھی جس کے افراد (نیکی اور اخلاص میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے اور اللہ (ہر ایک کی بات) سننے والا ہے، ہر چیز کا علم رکھتا ہے" (البدایہ والنہایہ: 8/30، دار الکتب العلمیہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو وصیتیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کو وصیت فرمائی کہ اللہ سے ڈرنا اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، غصے کو برداشت کرنا، رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا، ناواقف اور جاہل سے حوصلہ مندی سے کام لینا، دینی مسائل میں غور و فکر کرنا اور ہر معاملہ میں ثابت قدمی اختیار کرنا، قرآن مجید کو محفوظ رکھنا اور ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا، برے کاموں سے اجتناب کرنا، اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کے حق میں بہتر سلوک کی وصیت فرمائی اور محمد بن حنفیہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے بھائیوں کی تعظیم کرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھے۔ (البدایہ والنہایہ: 7/261، دار الکتب العلمیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عقیدت:

"عن عمیر بن اسحاق انّ ابا ھریرۃ لقی الحسن بن علی فقال: ارفع ثوبك حتّیٰ اقبّل حیث رأیت النبی صَلی اللهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمۡ یقبّل فرفع عن بطنه ووضع یده علی سرّته"

ترجمہ: عمیر بن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملے تو فرمایا: کہ آپ اپنا کپڑا اٹھائیے میں جسم کے اس حصے پر بوسہ دینا چاہتا ہوں جہاں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم سے کپڑا اٹھایا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی ناف کو بوسہ دیا۔ (المعجم الکبیر: 2/162، دار الکتب العلمیہ) (البدایہ والنہایہ: 8/30، دار الکتب العلمیہ)

حضرت ابو سعید مقبری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور سلام کیا، ہم نے سلام کا جواب دیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو معلوم نا ہوا، تو ہم نے عرض کیا کہ اے ابوہریرہ! یہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ہیں اور ہمیں سلام کیا ہے، حضرت ابوہریرہ بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا آپ پر بھی سلامتی ہو اے میرے سردار، پھر فرمایا (سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: انّه سیّد) کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ سردار ہیں۔ (مستدرک حاکم: 3/379 قدیمی)

خلفاء ثلاثہ کے ہاں مقام و مرتبہ:

"وقد كان الصديق يجله ويعظمه ويكرمه ويحبه ويتفداه، وكذالك عمر بن الخطاب، فروى الواقدى----: أن عمر لما عمل الديوان فرض للحسن والحسين مع اهل بدر فى خمسة آلاف، وكذلك كان عثمان بن عفان يكرم الحسن والحسين ويحبهما۔"

ترجمہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا بے حد احترام واکرام کیا کرتے تھے، ان پر اپنے آپ کو فدا کرتے تھے، اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی، امام واقدی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ وظائف مقرر کرنے لگے تو حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لیے بھی بدری صحابہ کے بقدر پانچ پانچ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا، اسی طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا اکرام واحترام اور ان سے محبت کیا کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: 8/30، دارالکتب العلمیہ)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام آپس میں کس قدر پیار ومحبت واخلاق سے پیش آیا کرتے تھے، خصوصاً جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنا ادب واحترام کرتے تھے۔

عہد خلافت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ

مبارک بادی پر طلاق:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی خشعمیہ قبیلہ کی خاتون تھی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر کے آپ کو خلیفہ وقت تسلیم کر لیا، پھر آپ گھر تشریف لائے تو اس خاتون نے کہا کہ: آپ کو منصب خلافت مبارک ہو، اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کیا ہے، ناراض ہو کر اسے تین طلاقیں دے دیں، اس کے بعد اس عورت نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے یہ ارادہ ہرگز نہیں کیا تھا، لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف بیس ہزار درہم بھیج دیے، تو اس خاتون نے کہا: "متاعٌ قلیلٌ مِن حبیبٍ مفارقٍ" یعنی جدا ہونے والے حبیب کی طرف سے یہ قلیل مال ملا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: 4/389، دار الفکر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت 17 رمضان المبارک 40ہجری کو ہوئی، اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر المؤمنین منتخب ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ: 8/13، دارالکتب العلمیہ)

مدت خلافت:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ تقریباً سات مہینے تک عراق، یمن اور حجاز کے خلیفہ رہے۔ (اسد الغابہ: 3/521، خلیل)

خلافت کے بعد پہلا خطبہ:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سنبھالنے کے بعد پہلا خطبہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد لوگ مدائن میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کیا، اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا: "جو کچھ ہونے والا ہے وہ بہت قریب ہے اور بے شک اللہ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا چاہے لوگ اسے ناپسند کریں، اللہ کی قسم! جب سے میں نے نفع دینے اور نقصان پہنچانے والے کاموں میں فرق سمجھا ہے، تب سے مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے رائی برابر ایسے کام کا ذمہ دار بنوں جس میں کسی کا ایک قطرہ خون کا بہے۔" (تاریخ امت مسلمہ: 2/335، المنہل)

عبد الرحمٰن بن ملجم کو قتل کرنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل عبد الرحمٰن بن ملجم کو سزا کے لیے لایا گیا تو اس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کے لیے ایک پیشکش ہے، اللہ کی قسم میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی جو وعدہ کیا اسے پورا کر کے ہی چھوڑا ہے میں نے حطیم کعبہ میں اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ علی و

معاویہ دونوں کو قتل کروں گا یا پھر خود مارا جاؤں گا، اگر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں یہ معاملہ بھی نمٹا دوں! اگر میں زندہ رہا تو خود کو آپ کے حوالے کروں گا، لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کے قتل کرنے کا حکم دیا اور عبد الرحمٰن بن ملجم قتل کر دیا گیا۔

(تاریخ امت مسلمہ: 2/336، المنهل) (تاریخ طبری: 5/149، عمریہ)

وصایا:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے (36000) چھتیس ہزار درہم کی وصیت کی کہ ان حضرات کو دے دیے جائیں۔ (سیر اعلام النبلاء: 3/242، دار الفکر)

اصلاح امت میں کردار

''عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ علی المنبر والحسن بن علی الی جنبہ وھو یقبل علی الناس مرۃً وعلیہ اُخریٰ ویقول ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یّصلِحِ بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین''

ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تو کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے اور فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔

(صحیح البخاری: 1/373، قدیمی)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسئلہ خلافت پر مشورہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کا تقاضا کر رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے تو انکار کیا لیکن لوگوں کے اصرار پر مسند خلافت کو قبول کر لیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے لوگوں میں مختلف قسم کے خیالات پائے جاتے تھے، بعض کہتے تھے کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے بدلہ لیا جائے اور پھر بیعت خلافت کی جائے، لیکن اکثر لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے تقاضے کے ساتھ بیعت کی تھی۔

ان مشکل ترین حالات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانا مناسب سمجھا، مدینہ طیبہ پر اپنے چچا کے بیٹے قثم بن عباس رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی طرف سے والی مدینہ مقرر کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ بھی تھا کہ جن لوگوں نے ہماری بیعت نہیں کی ان سے قتال کیا جائے۔

ان حالات میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کی خدمت میں عرض کیا کہ فی الحال بیعت میں شامل نہ ہونے والوں سے قتال نہ کیا جائے کیونکہ اس میں مسلمانوں کی خون ریزی کا بہت خطرہ ہے ،لوگوں کے درمیان اختلاف پیدا ہونے کا خطرہ ہے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو قبول نہ کیا بلکہ بیعت میں شامل نہ ہونے والوں کے خلاف قتال کا پختہ عزم کر لیا تھا اور ایک لشکر کو ترتیب دیا جس کا جھنڈا اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو دے دیا۔ (البدایہ والنہایہ :7/184، دار الکتب العلمیہ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی طرف اپنے ساتھیوں سمیت سفر شروع کیا ،اسی دوران حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد مکرم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے آپ کو اس چیز سے منع کیا تھا کہ خدانخواستہ کہیں کوئی آپ کو نقصان نہ پہنچائے ،حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن وحضرت عمار رضی اللہ عنہما کو کوفہ کی طرف بھیج دیا تاکہ اپنے سفر کے بارے میں لوگوں کو اطلاع دیں اور انھیں بھی اپنے ساتھ شامل کر لیں ،چنانچہ حضرت عمار و حضرت حسن رضی اللہ عنہما کوفہ پہنچے اور اپنے سفر کے مقصد کو بیان کیا ،حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کی دعوت دی اور بتایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد لوگوں کے درمیان اصلاح کرانا ہے۔ (البدایہ والنہایہ :7/190، دار الکتب العلمیہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل شام سے اپنی خلافت کی بیعت لی اور امیر المومنین کہلوانے لگے، شروع میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کا اظہار نہ کیا، کچھ عرصے بعد آپ نے لوگوں سے بیعت لی اور فرمایا اس شرط پر بیعت لے رہا

ہوں کہ تم میری بات سنو گے اور مانو گے، جس سے میں صلح کروں گا تم بھی اس سے صلح کرو گے، جس سے میں لڑوں گا تم بھی اس سے لڑو گے۔
(تاریخ طبری:5/162، بیروت)

عراق کے کچھ لوگ اس صلح کے حق میں نہیں تھے بلکہ جنگ پر آمادہ تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ امت کو متحد کرنے کے لیے اپنے اقتدار کی قربانی دینے کو تیار تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ صلح کر لیں اور جو مطالبات منوانا چاہیں منوا سکتے ہیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے اس حوالے سے بات چیت کی تو انہوں نے مکمل تائید کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی رائے سے آگاہ کیا اور دلائل سے انھیں بھی قائل کر لیا۔ (تاریخ امت مسلمہ:2/337، المنہل)

اہل عراق سے خطاب:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے کے لیے لوگوں کو جمع فرمایا اور خطاب کیا، "میں لوگوں کے حق میں ویسا ہی خیر خواہ ہوں جیسا اپنے لیے، آپ میری بات کو مسترد نہ کریں کیونکہ امت کا اتحاد اس کے انتشار سے بہت ضروری ہے۔"

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ عراق کے کچھ شر پسند لوگ آپ کے خلاف باتیں بنانے لگے، گالم گلوچ کرنے لگے، یہاں تک کہ نیچے سے قالین تک گھسیٹ لیا۔ (تاریخ طبری:5/159، بیروت)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا شام کی طرف لشکر لے جانا:

کچھ دنوں بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر شام کی طرف چلے تاکہ جو لوگ ان سے صلح اور جنگ کے معاملات میں وعدہ کر چکے ہیں، ان سب کا ایک اجتماع منعقد ہو اور پھر اس اجتماع میں سب مسلمانوں کے سامنے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کریں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بیعت کرتے ہوئے یہ شرط لگائی تھی کہ جس سے میں صلح کروں گا تم بھی اس سے صلح کرو گے، جس سے میں جنگ کروں گا تم بھی اس سے جنگ کرو گے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے ان الفاظ کے ساتھ بیعت لی تھی "علیٰ کتاب اللہ وسنۃ نبیہ" (کتاب اللہ اور سنت نبویہ کی پیروی پر بیعت کرتا ہوں) پھر فرمایا کتاب و سنت کی پیروی تمام شرائط پر حاوی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک سالار کو معزول کر کے حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو سالار مقرر کیا کیونکہ وہ اہل شام سے جنگ و قتال پر بضد تھا۔ (تاریخ طبری:5/158، بیروت)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اتنے بڑے لشکر کے ساتھ وہاں جا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا بزدلی نہیں بلکہ بہت بڑی دلیری اور دانش مندی ہے جسے تاریخ کے اوراق میں آج بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مردانگی اور شجاعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے خود حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے امت مسلمہ کو مزید خون بہانے سے بچایا ہے، آپ نے بڑی دردمندی کے ساتھ فرمایا تھا "انّ ھذہِ الامّۃ قد عاثت فی دِمائھا" بلاشبہ یہ امت اپنے ہی خون میں لت پت ہو چکی ہے۔

(صحیح البخاری 1/476، رحمانیہ)

صلح کا واقعہ صحیح بخاری میں :

خلافت کے چھٹے مہینے بے سروسامانی نہیں بلکہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ شام کی طرف چلے، اس وقت تک اہل شام کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ارادے کا اندازہ نہیں تھا، اس لیے اتنا بڑا لشکر دیکھ کر پریشان ہو گئے، اور جنگ سے بچنے کے لیے پہلے ہی مذاکرات کی پیش کش کر دی جس کی رائے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دی تھی۔

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہاڑوں جیسا لشکر لے کر جب شام کی سرحد پر پہنچے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا لشکر دیکھا ہے جو مارے بغیر جانے والا نہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمرو بتاؤ! اگر آج اِس فوج نے اُس فوج کو اور اِن لوگوں نے اُن لوگوں کو مار ڈالا تو میرے پاس عوام کی دیکھ بھال کرنے والا کون ہو گا؟ عوام کی خبر گیری کرنے والا کون ہو گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے خاندان کے دو افراد حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ و حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا: آپ دونوں حضرات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں اور انھیں صلح کی پیش کش کریں، ان سے بات چیت کریں اور مفاہمت کی درخواست کریں، یہ دونوں حضرات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بات چیت کی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم عبد المطلب کی اولاد ہیں اور ہم اس دنیا میں بہت مال خرچ کر چکے ہیں، یعنی لوگوں کو اپنی سخاوت کا عادی بنا چکے ہیں، پھر فرمایا: "بے شک یہ امت اپنے ہی خون میں لت پت ہے "خون خرابا ختم کرنے کے لئے صلح ضروری ہے اور صلح بر قرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم لوگوں پر دل کھول کر خرچ کریں تا کہ لوگ صلح کے ثمرات سے بھی خوش رہیں۔

ان حضرات نے کہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنے اتنے عطیات کی پیش کش کر رہے ہیں اور صلح کی درخواست کر رہے ہیں (حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان عطیات کو لوگوں کی ضروریات محسوس کرنے بعد) فرمایا: پھر کون اس پیش کش کی ضمانت دیتا ہے تو ان دونوں حضرات نے کہا ہم اس کے ضامن ہیں، دونوں حضرات نے اس کی ضمانت دی، چنانچہ حضرت حسن و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح ہو گئی۔ (صحیح البخاری: 1/476، رحمانیہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام عرب میری مٹھی میں تھے، میں جن کے لیے پر امن رہتا تو وہ بھی ان کے ساتھ پر امن رہتے اور جن سے میں جنگ کرتا تو وہ بھی ان سے جنگ کرتے، میں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس (خلافت) کو ترک کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ: 8/34، دار الکتب العلمیہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مال کے عوض صلح کی شرط اس لیے لگائی کہ لوگ ان کے پاس اپنی ضروریات لے کر آتے تھے، اس کے علاوہ کچھ اس صلح کے مخالف بھی تھے، انھیں مطمئن کرنے کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس قدر وظیفے جاری کراوئے تا کہ لوگوں کے درمیان انعام و اکرام کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے سے ہی تیار تھے چنانچہ صلح ہو گئی۔ (تاریخ امت مسلمہ: 2/340، المنہل)

روایات کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق "دار بجرد" نامی علاقے کا خراج مستقل آمدنی کے لیے ان کے حوالے کر دیا، اس کے علاوہ کوفہ کے بیت المال سے پچاس لاکھ رقم بھی ان کے حوالے کر دی۔

(تاریخ طبری: 5/160، بیروت)

اعلان صلح میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شرکت :

صلح کے بعد اجتماع منعقد کرا کے اس میں صلح کا اعلان کرایا گیا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے شامل نہیں ہو رہے تھے کیونکہ اس فیصلے میں ان سے مشاورت نہیں کی گئی تھی، انہوں نے اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ نے لوگوں کو دیکھا کیا کر رہے ہیں، انہوں نے اس معاملے میں مجھے کوئی حیثیت نہیں دی، تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ اس صلح میں ضرور شریک ہوں کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ آپ کے شریک نا ہونے کی وجہ سے کوئی اختلاف پیدا نہ ہو جائے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے اصرار پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس اجتماع میں شریک ہو گئے۔ (صحیح البخاری:2/65، رحمانیہ)

امر خلافت سونپنا :

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خواہش کی کہ آپ اعلان کر دیجیے، کہ میں نے امر خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت گناہ ہے، یہ معاملہ جس میں میرا اور معاویہ کا اختلاف تھا، اس میں اگر میں برحق تھا تو میں نے امت کے امن وامان اور ان کے خون محفوظ رکھنے کے لیے اپنا حق خود ترک کر دیا ہے، اور اگر کوئی دوسرا زیادہ حق دار تھا تو میں نے اس کا حق اسے دے دیا" (المعجم الکبیر:2/163، دار الکتب العلمیہ)

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا — تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا — خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا

(مسدس حالی: ص23، کمپنی لمیٹڈ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی :

جب صلح کے تمام مراحل طے پاگئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیش گوئی جو آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی وہ بھی پوری ہو گئی "میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا"

(صحیح البخاری:1/373، قدیمی)

سفر آخرت

حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی پیشانی پر (قل ھو اللہ احد) لکھا ہوا ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس خواب پر خوش ہوئے اور اسے اچھا خیال کیا، جب یہ واقعہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کہ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا ہے تو ان کی حیات کم رہ گئی ہے، راوی کہتے ہیں کہ اس کے کچھ ہی عرصے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی۔ (البدایہ والنہایہ:8/34، دار الکتب العلمیہ)

وفات:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ عمر بھر مدینہ طیبہ میں رہے، 49یا50ہجری میں وفات پائی، کسی نے آپ کو پراسرار طور پر زہر دیا جس کی وجہ سے آپ کچھ ہی دنوں میں وفات پاگئے۔ (تاریخ امت مسلمہ:2/349، المنھل)

حضرت عمیر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کے لیے ان کے گھر گئے، اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ اللہ کی قسم اس سے پہلے بھی مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے لیکن اس بار جو زہر دیا گیا ہے وہ پہلے والوں سے بہت تکلیف دہ ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: کہ اے بھائی! آپ بتائیے کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ کیا آپ اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ہرگز نہیں بتاؤں گا، اس لیے کہ اگر وہ وہی شخص ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اللہ رب العزت بہترین انتقام لینے والے ہیں، اگر ایسا نہیں تو اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ کوئی بے گناہ شخص میری وجہ سے قتل کیا جائے۔ (سیر اعلام النبلاء:4/397، دار الفکر)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تدفین کی اجازت:

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی اجازت لی ہے آپ دوبارہ پوچھ لینا اگر اجازت دیں تو ٹھیک ورنہ زیادہ اصرار نہ کرنا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اجازت لی تو انہوں نے اجازت دے دی، جب یہ خبر مروان کو پہنچی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی ہے، تو وہ مانع ہوا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مسلح ہو کر گھر سے نکلے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے منع کیا کہ لڑائی جھگڑے سے بچا جائے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ (البدایہ والنہایہ:8/36، دار الکتب العلمیہ) (تاریخ اسلام:1/577، الحسن)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت مسجد نبوی میں لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: لوگو! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا چل بسا، یہ سن کر حاضرین میں سے کوئی بھی اپنے آنسو روک نہ سکا۔ (البدایہ والنہایہ:8/36، دار الکتب العلمیہ)

محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی قبر پہ حاضری:

حضرت عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آپ کے بھائی محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی قبر پہ گئے اور فرمایا: اللہ آپ پر رحم کرے اے ابو محمد! اگر آپ کی زندگی بڑی عزت والی تھی تو آپ کی وفات نے بھی بڑا اثر چھوڑا ہے، کتنی اچھی ہے وہ روح جو آپ کے بدن کو شامل ہے، کتنا اچھا ہے وہ بدن جس پر آپ کا کفن لپٹا ہوا ہے اور یہ کیسے نہیں ہو سکتا، کہ آپ ہدایت کے راستے پر تھے اور نیک لوگوں کے آپ دوست تھے اور اہل کساء (وہ لوگ جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر پہنائی اور فرمایا: کہ یہ میرے اہل بیت ہیں) میں سے پانچویں نمبر پر تھے، آپ نے حق کے ہاتھوں غذا پائی ہے، آپ نے اسلام کی گود میں پرورش پائی اور ایمان کی چھاتی سے دودھ پیا ہے، آپ زندگی کی حالت میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کی حالت میں بھی پاکیزہ ہیں، اگرچہ ہم لوگ آپ کی جدائی سے خوش نہیں ہیں، لیکن ہمیں اللہ کی طرف سے آپ کے لیے خیر و رحمت پہنچنے میں کوئی شک نہیں ہے، پھر وہاں سے محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔

(تہذیب الکمال:2/601، دار الکتب العلمیہ)

دعائیہ کلمات:

اے حسن رضی اللہ عنہ! تو نے عالم اسلام میں زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی۔

اے حسن رضی اللہ عنہ! تو نے اپنی شرافت کا نمونہ دکھا کر کشت اسلام کو از سر نو سرسبز کیا۔

اے حسن رضی اللہ عنہ! مسلمانوں کی ہر ایک کامیابی، مسلمانوں کی ہر ایک فتح مندی اور مسلمانوں کی ہر ایک سربلندی تیری روح پر رحمت الٰہی کی ایک بارش بن جاتی ہو گی۔

اے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لاڈلے! اے خاندان ابی طالب کے ماہتاب، اے امت مسلمہ کے چشم وچراغ میری روح تیری محبت میں گداز ہے، میرا دل تیری عزت وعظمت سے لبریز ہے، میرے جسم کے ہر رونگٹے، میرے بدن کے ہر ذرے سے تیری مدح وثنا کا ایک شور برپا ہے، تیری بہادری کوہ ہمالیہ سے زیادہ عظیم الشان ہے، تیری مردانگی بحر الکاہل سے زیادہ شوکت وجبروت رکھتی ہے۔ (تاریخ اسلام:1/579، الحسن)

تمت بتوفیق اللہ تعالیٰ

مراجع ومصادر

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف کا نام	مکتبہ
1	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
2	جامع الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
3	سنن ابی داوٗد	امام ابو داوٗد سلیمان بن اشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
4	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
5	مستدرک حاکم	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ
6	المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ
7	تاریخ الطبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت
8	تہذیب الکمال	حافظ ابو الحجاج جمال الدین یوسف بن عبد الرحمٰن المزی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ
9	البدایہ والنہایہ	حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ
10	سیر اعلام النبلاء	امام شمس الدین محمد بن احمد عثمان الذھبی رحمۃ اللہ علیہ	دار الفکر
11	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد بن منیع الزھری رحمۃ اللہ علیہ	عمریہ
12	کنز العمال	علامہ علاء الدین علیؒ المتقی بن حسام الدین الہندی رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
13	اسد الغابہ	عز الدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ	خلیل
14	سیر الصحابہ	مولانا شاہ معین الدین ندوی رحمۃ اللہ علیہ	اسلامی کتب خانہ
15	تاریخ امت مسلمہ	مولانا اسماعیل ریحان حفظہ اللہ	المنہل
16	رحماء بینہم	مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتاب
17	تاریخ اسلام	مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ	الحسن
18	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	ضیاء القرآن
19	تاریخ یعقوبی	احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب رحمۃ اللہ علیہ	بیروت